۱۰

رشتوں ناطوں کی مشکلات کا حل

(فرمودہ ۹ر اپریل ۱۹۳۷ء)

تشہّد ، تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مَیں پچھلے جمعہ کا خطبہ پڑھنے کی وجہ سے جاتے ہی پھر بیمار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے آج تک باہر نہیں آ سکا۔ آج بھی اِسی وجہ سے میں نے پاؤں میں جونکیں لگوائی تھیں اور خطرہ ہے کہ اگر زیادہ کھڑا ہوا تو ان کے زخموں سے پھر خون جاری ہو جائے گا۔ لیکن میں نے خیال کیا کہ اِن دنوں پانچوں نمازوں میں تو میں آ نہیں سکتا اس لئے کم سے کم جمعہ میں تو شریک ہونا چاہئے۔ پس اِس وقت میں کوئی لمبا خطبہ تو نہیں دے سکتا صرف اختصار کے ساتھ ایک تو یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک جدید کے جلسوں کیلئے میں نے جو ۹ر مئی ۱۹۳۷ء کی تاریخ مقرر کی تھی اب اسے بدلنا چاہتا ہوں کیونکہ اِس تاریخ کی بیرونی جماعتوں کو وقت پر اطلاع نہیں ہو سکتی اور وہ اچھی طرح جلسہ کی تیاری نہیں کر سکتیں۔ نیز مَیں خود بھی چند دن سفر پر جانے والا ہوں اور شاید میں بھی اِس تاریخ تک واپس قادیان نہ پہنچ سکوں۔ اس لئے اب میں ۳۰ر مئی تحریک جدید کے جلسوں کی تاریخ مقرر کرتا ہوں۔ اس دن اتوار ہو گا اور چُھٹّی کی وجہ سے سب دوست جلسوں میں حصہ لے سکیں گے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ اُس وقت تک تمام جماعتوں کو اطلاع ہو جائے گی اور اِتنا وقت بھی مل جائے گا کہ وہ جلسوں کی تیاری کر سکیں۔ دفتر تحریک جدید کو چاہئے کہ جس وقت میرا یہ خطبہ اخبار میں چھپے

فوراً ایک ایک پرچہ تمام بیرونی جماعتوں کو بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کردے تا اُن کو بھی کافی وقت جلسہ کی تیاری کیلئے مل جائے۔

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہماری جماعت میں رشتوں ناطوں کے متعلق بہت سی دقتیں پیش آرہی ہیں۔ یہ مضمون بہت لمبا ہے اور میں سمجھتا ہوں اِس وقت میں اس کے متعلق کماحقہٗ بول نہیں سکتا۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ مشکلات اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ مجھے اس کے متعلق اجمالاً کچھ نہ کچھ باتیں ضرور کہہ دینی چاہئیں۔ تفصیلات اِنْشَاءَ اللّٰہِ الْعَزِیْز اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو کسی آئندہ خطبہ میں بیان کردوں گا۔ اس مسئلہ پر جہاں تک میں نے غور کیا ہے ہمارے لئے اس میں چند ایک مشکلات ہیں۔ **اوّل** یہ کہ دوسرے مسلمانوں میں عام طور پر پرانے خاندانوں کی کثرت ہے۔ ان میں باہم بیسیوں رشتے ہوتے ہیں اور وہ ان کی وجہ سے ایک دوسرے کیلئے قربانی کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ان حالات میں بعض اوقات رشتہ داریاں ایسے غریب لوگوں سے بھی ہوجاتی ہیں جن سے عام حالات میں نہیں ہوسکتیں۔ بعض جگہ بعض امراء اور نواب دیکھے گئے ہیں جنہوں نے بعض غریب لوگوں کو لڑکیاں دے رکھی ہیں محض اس لئے کہ ان کے ساتھ پرانی رشتہ داریاں تھیں اور اس وجہ سے وہ ان کو ممنون کرنا چاہتے تھے۔ یہ صورت بھی رشتہ داری کی مشکلات کو حل کرنے والی ہے اس لئے کہ امراء کو جب کوئی رشتہ اپنے سے بڑا یا اپنا ہم مرتبہ نہ ملے تو وہ غریب کو بھی لڑکی دے دیتے ہیں۔ مگر ہماری جماعت میں یہ دقت ہے کہ کسی خاندان کا ایک فرد احمدی ہوگیا، کسی کے دو اور کسی کے چار۔ نئے خاندان جن سے ان کا جوڑ ہوسکتا ہے یعنی احمدی ان کے ساتھ ایک دوسرے کا خونی تعلق کوئی نہیں ہوتا۔ پچھلے حالات میں اپنے خاندان کے اندر تو وہ کسی غریب کو بھی رشتہ دینے کیلئے تیار ہوسکتے تھے مگر یہاں آکر وہ ضرور اپنے سے بالا رشتہ ہی تلاش کرتے ہیں۔ وہ رشتہ داریوں کا تعلق یا آپس کا دباؤ جن کی وجہ سے لڑکیوں کے حقوق محفوظ سمجھتے جاتے ہیں یہاں نہیں۔ اس لئے یہاں ایسی باتوں کا خیال کیا جاتا ہے جن کا عام طور پر خاندانی رشتوں کے وقت نہیں کیا جاتا۔

دوسری دقت یہ ہے کہ مختلف خاندانوں کے افراد جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ہزارہا قبائل اور بیسیوں اقوام ہیں اور اگر ساری دنیا کی اقوام کو لے لیا جائے تو وہ سینکڑوں ہزاروں ہوں گی۔ پس یہ جو ہزاروں قبائل اور سینکڑوں اقوام اس ملک میں آباد ہیں، ان سب میں سے تھوڑے

تھوڑے لوگ جماعت میں داخل ہیں اور وہ بھی تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے۔ اس وجہ سے ان میں باہم جوڑ ہونا مشکل ہوتا ہے اور ابھی تک ہماری جماعت اس مقام پر نہیں پہنچی کہ قومیت کی پابندیوں سے آزادی حاصل کر سکے۔ جب بھی رشتہ کا سوال پیدا ہوتا ہے یہی کہا جاتا ہے کہ ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ سیّدوں میں ہی رشتہ کریں گے یا ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم رشتہ جاٹوں میں کریں گے یا ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم رشتہ راجپوتوں میں کریں گے یا قریشیوں میں کریں گے یا پٹھانوں میں کریں گے اور بہت ہی کم لوگ اس پابندی کو توڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ میں نے خود اپنی قوم کو چھوڑ دیا کیونکہ اول تو مغل جماعت احمدیہ میں بہت ہی کم داخل ہیں۔ دوسرے ہمارا خاندان جو احمدیت میں قدرتاً ایک نمایاں حصہ رکھتا ہے۔ ہماری وہ لڑکیاں جو غیر رشتہ داروں سے بیاہی گئی ہیں وہ سب غیر مغلوں سے ہی بیاہی گئی ہیں اس لئے ہم پر یہ اعتراض نہیں پڑتا۔ غرض اب تک ہماری جماعت کے اکثر افراد اسی مرض میں مبتلا ہیں کہ اپنی قوم میں ہی رشتہ ہو۔ اور یا پھر کسی ایسی قوم میں ہو جو ان کے خیال میں ان کی قوم کی ہم رُتبہ ہو۔ مگر چونکہ احمدیت میں قومیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آئی ہیں، اس لئے مشکلات پیش آتی ہیں۔ فرض کرو لدھیانہ کا ایک پٹھان سلسلہ میں داخل ہؤا ہے، ایک پٹھان گجرات کا اور پانچ سات پشاور کے احمدی ہو گئے ہیں۔ اب فرض کرو پشاور کے دوست تو باہم رشتہ داریاں قائم کر لیتے ہیں۔ گجرات والا پٹھان کہتا ہے کہ چلو جب احمدی ہو گئے تو قومیت کی پابندی کیسی۔ اگر اپنی قوم میں رشتہ نہیں ملتا تو نہ سہی کسی اور قوم میں کر لیتے ہیں۔ اب لدھیانہ والا اکیلا رہ گیا اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے گا تو یقیناً مشکلات میں پھنسے گا۔

تیسری دقّت میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ ہماری جماعت میں اُمنگ بڑھانے کی جو تحریک کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم دنیا کے راہنما ہو، مصلح ہو، ہادی ہو، معلم ہو، دنیا کی تمام بادشاہتیں تمہارے قبضہ میں آئیں گی، اس سے جو تو دیندار ہوتے ہیں اور روحانیت بھی ان میں غالب ہوتی ہے وہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ہمیں قربانیاں زیادہ کرنی چاہئیں۔ لیکن جن لوگوں کو روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں ہوتا وہ ان باتوں کو سن کر کبر کی روح لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جب ہم اتنے بڑے ہیں تو اور بڑے لوگوں کے ساتھ رشتہ داریاں کر کے ہمیں اپنے آپ کو اور بھی بڑا بنانا چاہئے۔ چنانچہ اگر اپنی سَو روپیہ تنخواہ ہو تو لڑکی کیلئے ایسے خاوند کی خواہش کرتے ہیں جو ۳،۴ سو لینے والا ہو اور اگر خود ۳،۴ سو لے رہے ہوں تو پھر کم سے کم ایک ہزار والے کی جستجو کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو تو مخلص ہے وہ جب کوئی بڑا رشتہ

حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو اُس کی آنکھیں کُھلتی ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ چلو جو رشتہ بھی ملتا ہے اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے اور آخر اسے وہی کرنا پڑتا ہے جو ایک میراثی نے کیا تھا۔

کہتے ہیں کسی میراثی نے خواب میں دیکھا کہ اسے کسی نے گائے انعام کے طور پر دی ہے۔ اسے لے کر جب وہ گھر کو چلنے لگا تو راستہ میں اُسے ایک شخص ملا جس نے اُسے کہا کہ یہ گائے میرے پاس فروخت کردو۔ میراثی نے کہا اچھا لاؤ تیس روپے۔ اُس نے کہا تم نے تو مُفت ہی لی ہے۔ تیس روپے کیسے چار آنے لے لو۔ میراثی نے کہا نہیں چار آنے تو نہیں البتہ ۲۵ روپے لے لوں گا۔ ادھر وہ چھ آنے تک بڑھا۔ حتّٰی کہ ہوتے ہوتے میراثی پانچ روپے پر پہنچا اور دوسرا دو روپے تک بڑھا۔ اتنے میں میراثی کی آنکھ کھل گئی تو وہاں نہ گائے تھی نہ کوئی خریدار اور نہ روپیہ۔ اس پر میراثی نے جھٹ آنکھیں بند کرلیں اور ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا اچھا جَجمان لاؤ دو روپے ہی دے دو۔ تو جو مخلص ہوتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کے اس رویہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا لڑکی بیٹھی رہے گی یا پھر ہمیں دین چھوڑنا پڑے گا تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس طریق کو اختیار کرنے میں ہم نے غلطی کی اور وہ جھٹ جیسا رشتہ ملے اُس پر راضی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو دنیا دار ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں جماعت میں نہیں ملتا نہ سہی باہر کرلیں گے اور شیطان باہر سے رشتہ اُنہیں دلا بھی دیتا ہے۔

چوتھی دقّت یہ ہے کہ ہماری جماعت میں تعلیم پر چونکہ زیادہ زور دیا جاتا ہے اس لئے دوستوں کو لڑکیوں کو تعلیم دلانے کی طرف بھی زیادہ توجہ ہے۔ خصوصاً قادیان میں تو لڑکیوں کی تعلیم پر بہت ہی زور دیا جارہا ہے اور ایک طبقہ تو اِس میں اِس قدر منہمک ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ ایک وقت ایسا منہ کے بل گرے گا کہ اس کے لئے چوٹوں کی برداشت مشکل ہو جائے گی۔ تعلیم لڑکیوں کو ایسے رنگ میں دلائی جاتی ہے کہ انہیں نوکری مل جائے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جو لڑکی ملازم ہوگی وہ بیوی بھی بن سکتی ہے یا نہیں؟ جو لڑکی پشاور میں ملازم ہو اور لڑکا لکھنؤ میں اُن کے میاں بیوی والے تعلقات کیسے ہوں گے، ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ میرے نزدیک تو ایسی شادی محض ایک دکھاوا ہے۔ ایسی شادی کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ بہت ہی احمق ہوں گے جو اِن حالات میں شادی کریں گے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری شریعت بغیر شادی کے رہنے کی اجازت ہی نہیں دیتی اور ایسی شادیاں صرف دکھاوے کی شادیاں ہوتی ہیں اور شرعاً ایسے لوگ مجرم ہیں۔ پھر لڑکیوں کو جوں جوں تعلیم ملتی ہے ان کیلئے خاوندوں کا معیار بھی بڑھتا جاتا ہے۔ جب

انٹرنس پاس ہوتو سَو ڈیڑھ سَو روپیہ تنخواہ کا گریجوایٹ تلاش کیا جاتا ہے۔ اگر ایف۔اے ہوتو اڑھائی تین سَو کا گریجوایٹ اور بی۔اے پاس کر لینے کے بعد تو سات آٹھ سَو کا ای۔اے۔سی تلاش کیا جاتا ہے اور اگر لڑکی ایم۔اے ہوتو ولایت کا پاس شُدہ تلاش کیا جاتا ہے اور یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ جماعت میں ایسے کتنے لوگ ہیں۔

کئی لوگ شکایت کرتے ہیں کہ آپ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایسے لوگ مجھے بتائیں کہ آخر ہمارے گھروں میں بھی تو لڑکیاں ہیں۔ کیا جماعت کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہم نے اپنے لئے چُن لیا ہے کہ انہیں شکایت پیدا ہوتی ہے۔ ہاں غیر مبائعین کے متعلق یہ شکایت ہوتو ہو۔ انہوں نے تو رشتوں کی خاطر بعض غیر احمدی اور بعض کمزور مبائع تک سمیٹ لئے ہیں۔ اس کے برخلاف ہم نے باوجود اس کے کہ چھوٹی بڑی لڑکیاں ملا کر ہمارے گھر میں چالیس کے قریب لڑکیاں ہیں، ان اعلیٰ تعلیم یافتوں میں سے یا اعلیٰ عہدیداروں میں سے کسی کو بھی اپنے لئے نہیں چُنا اور باقی جماعت کیلئے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر ایسے اعلیٰ تنخواہوں والے رشتے ہم نے سنبھال لئے ہوتے تو ہم پر اعتراض ہوسکتا تھا کہ اپنے رسوخ کی وجہ سے یہ رشتے خود سنبھال لئے ہیں اب ہم لوگ کیا کریں۔ لیکن جب معاملہ اس کے برخلاف ہے تو پھر مجھ پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے اور اگر جماعت میں دس بیس کی جگہ سَو دوسَو ولایت کے پاس شُدہ یا اعلیٰ تنخواہوں والے نوجوان نہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہ تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر اعتراض پڑتا ہے کہ اس نے آپ لوگوں کے مناسبِ حال رشتے مہیا نہیں کئے۔ میرے بس میں نہ تو یہ ہے کہ ولایت بھجوا بھجوا کر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان پیدا کروں اور نہ میرے اختیار میں یہ ہے کہ جب کسی کی جوان لڑکی اتنی تعلیم حاصل کر جائے کہ اُس کیلئے ولایت پاس رشتہ ہی موزوں ہوتو میں لاہور، امرتسر یا کسی اور بڑے شہر میں جاؤں اور وہاں کے ولایت پاس ہندوؤں، سکھوں یا غیر احمدی مسلمانوں پر ہاتھ پھیروں اور کہوں کہ ہو جاؤ احمدی اور وہ احمدی ہو جائیں۔ اگر میں ایسا کرسکتا تو پھر بھی میرا قصور ہوسکتا تھا لیکن جب ایسا نہیں تو پھر مجھ سے کیا شکایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کئی وجوہ سے جماعت میں رشتوں ناطوں کی دقّتیں پیدا ہورہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق تفصیلی ہدایات بلکہ راہنمائی کی ضرورت ہے۔ مگر اس وقت میں تفصیلات کے بیان کرنے کی طاقت اپنے آپ میں نہیں پاتا اِس لئے مختصراً جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان باتوں پر غور

کرے اور سوچے کہ کیا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی یہی راہ ہے کہ اگر تو کوئی بڑا اعلیٰ رشتہ مل جائے تو احمدیوں میں کرلیا جائے لیکن اگر نہ ملے تو غیر احمدیوں میں ہی سہی۔ ایسی تعلیم سے بہتر تھا کہ لڑکی کو تعلیم دلائی ہی نہ جاتی، یہ تو بالکل دنیا داری ہے۔ جو شخص ایسی تعلیم کو دین کہتا ہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔ اگر وہ دین کو حقیقتاً مقدم کرنے والا ہوتا تو خواہ لڑکی چھ سَو روپیہ تنخواہ کی حیثیت ہی رکھتی وہ کہتا کہ تعلیم تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے لئے دلائی ہے اگر زیادہ تنخواہ کا رشتہ نہیں ملتا نہ سہی، کسی تھوڑی تنخواہ والے سے ہی کر دیتے ہیں۔ یا اگر سیّد نہیں ملتا تو مغل سے، راجپوت سے، پٹھان سے، جاٹ سے ہی سہی۔ یہ تو بے شک دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے لیکن جب رشتہ نہ ملے تو غیر احمدیوں میں کر دینا خالصۃً دنیا داری ہے۔

بعض لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ فلاں عُہدہ دار سے ہمارا رشتہ کیوں نہیں کرادیا گیا۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ دو احمدیوں میں سے ایک کو ہم ترجیح کیوں دیں۔ ہم نوجوانوں کو یہ تو ضرور کہیں گے کہ احمدیوں میں شادی کرو اور مجبور کریں گے کہ غیر احمدیوں میں نہ کرو۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں جگہ کرو اور فلاں جگہ نہ کرو۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک تعلیم یافتہ آدمی کیلئے اگر دو رشتے ہوں ایک تعلیم یافتہ اور ایک غیر تعلیم یافتہ تو ہم اسے بھی یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی کرلو۔ کیونکہ اُس کیلئے اور جوڑ ملنا مشکل ہوگا اور قوم کی خاطر قربانی کرلو۔ لیکن اگر دونوں تعلیم یافتہ ہوں تو پھر اِس خوف سے کہ ایک مُرتد ہو جائے گی ہم اسے اس کے ساتھ رشتہ کرنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ اگر ان میں سے ایک نے مُرتد ہونا ہی ہے تو ہم کیوں اُس کے ارتداد کی ذمہ واری اپنے اوپر لیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے جسے وہ چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کردے۔ اگر ہم اسے کہیں کہ الف سے شادی کرے کیونکہ اس کے مُرتد ہونے کا خطرہ ہے اور دراصل اللہ تعالیٰ کے علم میں ب نے مُرتد ہونا ہو تو اس کی ذمہ واری ہم پر ہوگی۔ اس لئے ہم اسے چھوڑ دیں گے کہ الف اور ب میں سے جس کے ساتھ مناسب سمجھے شادی کرے۔ ہاں اگر وہ مشورہ مانگے تو دے دیں گے۔ پھر خدا کی مشیّت میں جس کیلئے ہدایت ہے وہ اس کا انتظام کرادے گا۔ اور اگر الف اور ب دونوں کیلئے ہدایت مقدر ہے تو ایک کو وہ شادی کے ذریعہ ہدایت دے دے گا اور دوسری کو قربانی کرا کے۔

پس میں جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ماحول کو ایسے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرے کہ ایک دن ''دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' کا عہد اسے توڑنا نہ پڑے۔

میں قادیان والوں کو خصوصیت سے تنبیہہ کرتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ پانچ سات سال کے عرصہ میں ان کیلئے سخت مشکلات پیدا ہوں گی۔ لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور تعلیم بھی ایسے رنگ میں دلائی جارہی ہے کہ وہ نوکریاں حاصل کرسکیں۔ اس کے نتیجہ میں یا خاندانوں کی بربادی ہوگی اور یا پھر ایسی شادیاں ہوں گی جن کا باہم نباہ نہ ہو سکے گا۔

کل میرے سامنے ایک واقعہ آیا ہے۔ ایک غریب ماں ہے جو محنت کر کے پیٹ پالتی ہے۔ اس کی لڑکی نے میں نے سنا ہے اُس سے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ میرے معاملہ میں تم کوئی دخل نہ دو۔ سوچنا چاہئے کہ یہ باتیں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟ صرف اس لئے کہ غلط تعلیم دی گئی۔ اگر ان کو قرآن شریف پڑھایا جاتا، حدیث پڑھائی جاتی تو کیا یہ کم علم تھا؟ اگر اس علم کی طرف لگایا جائے تو اس میں بھی دس پندرہ سال لگ جاتے ہیں اور گویا وقت کے لحاظ سے ایم۔ اے تک کی تعلیم ہو جاتی ہے۔ مگر کیا اس تعلیم کے نتیجہ میں ایسے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں؟ پس یہ سب اس غلط تعلیم کا نتیجہ ہے جسے یورپ نے پھیلایا ہے اور وہ لوگ اندھے ہیں جو اس کے پیچھے چل رہے ہیں اور پھر اعتراضات مجھ پر کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر تو ہم ان لڑکوں کو جو ولایت سے پاس کر کے آتے ہیں اپنے خاندان کی لڑکیوں کیلئے سنبھال لیتے تو البتہ یہ اعتراض کیا جاسکتا تھا کہ آپ سنبھال لیتے ہیں۔ ایسے لوگ جماعت میں پندرہ بیس سے زیادہ نہیں ہیں۔ اب ان پندرہ بیس میں سے اگر ایک بھی ہم لے لیتے تو پھر بھی کہا جاسکتا تھا۔ لیکن جب ایسا نہیں تو مجھ پر الزام کیسا۔ میں پندرہ بیس کو چالیس پچاس تو بنا نہیں سکتا میں تو زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا تھا کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنے خاندان کی کسی لڑکی کیلئے نہ لیتا اور یہ میں نے کر دیا۔ اب آگے جو بات خدا تعالیٰ کے اختیار کی ہے وہ تو میں کرنے سے رہا۔ دراصل یہ اعتراض بھی مغربیت کے ماتحت ہے۔

مغربیت کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ شور مچاتے رہو کہ ہم مظلوم ہیں۔ یورپ میں امراء کے پاس کروڑوں روپیہ ہے پھر بھی وہ شور مچاتے رہتے ہیں اور حکومت سے لڑتے رہتے ہیں کہ ٹیکس بہت زیادہ ہیں، ہم مرے جارہے ہیں۔ ہندوستان کا زمیندار ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھا سکتا لیکن وہاں کا مزدور تین سَو روپیہ ماہوار کما لیتا ہے جو یہاں کے ای۔ اے۔ سی کی تنخواہ ہے۔ مگر پھر بھی شور مچاتا رہے گا کہ بھوکے مر گئے۔ تو مغربیت کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ ہم مر گئے۔ آخر خدا تعالیٰ ایک روز کہے گا کہ مر جاؤ۔ اب تم بھی اُن کی نقل کرتے ہو کہ ہم مر گئے مگر یہ نہیں سوچتے کہ کس کے فعل کی وجہ سے۔ اگر یہ مرنا اپنے

ہی فعل سے ہے تو اس کا علاج کرو، توبہ کرو اور اِن باتوں کو دور کرو۔ اگر قومیت کی پابندی کی وجہ سے دقّت ہو رہی ہے تو دیکھو جب دوسرے احمدی اسے ترک کر چکے ہیں تو تم بھی کر دو۔ اگر تنخواہ کی کمی کی وجہ سے ہے تو دیکھو جب دوسرے احمدیوں نے اس کا خیال نہیں کیا تو تم بھی اسے چھوڑ دو۔ دیکھو میری ایک ہی لڑکی بیاہی گئی ہے اور اُس وقت لڑکا کوئی کام بھی نہ کرتا تھا اور اب بھی وہ کام کرنے کی کوشش ہی کر رہا ہے آمدن کی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ بے شک تم کہہ سکتے ہو کہ وہ آپ کا عزیز ہے لیکن تم بھی اپنے غریب عزیزوں میں شادیاں کرلو اور اگر احمدی عزیز نہ ملیں تو پھر اس قربانی کو وسیع کر کے دوسرے احمدیوں سے جو بھی مل سکیں رشتے کرلو۔ میں نے اگر اپنے ایک ایسے عزیز کو جس کیلئے دُنیوی طور پر کوئی ترقی کا راستہ کُھلا نہ تھا چُنا ہے تو اِس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ہی اگر دونوں فریق ہوں تو دوہری برکت ملے گی۔ دوسرے لوگ بھی اپنے احمدی عزیزوں میں شادی کریں تو اِس پر کوئی اعتراض نہیں۔ سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب لوگ رشتوں کی دقّتوں کو دیکھ کر غیر احمدی عزیزوں کی طرف جُھکتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے بہتر تھا کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق رشتہ نہ ملتا تو اپنی خواہشوں کو قربان کرتے نہ کہ دین کو قربان کرتے۔

حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم دیں تو چوہڑے سے بھی اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے کو تیار ہوں۔ اِس کا مطلب یہی تھا کہ حضور کی تعلیم کے مطابق اگر ایسا کرنا پڑے تو عُذر نہ ہوگا فرض کرو ایک وقت ایسا آئے کہ سیّدوں، مغلوں، پٹھانوں وغیرہ قوموں میں کوئی احمدی رشتہ نہ ملے تو اگر ایک چوہڑا احمدی ہی میسر ہو تو اس سے رشتہ کرنے میں کوئی عُذر نہ ہوگا کیونکہ بہرحال اسے دین حاصل ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے معنے ہی یہی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی بی۔اے پاس رشتہ ملتا ہو تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا یہ تقاضا نہیں کہ وہ اس کے ساتھ رشتہ نہ کرے۔ لیکن اگر نہ ملے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی کرے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنے کو اتنی اہمیت تو دے جتنی میراثی نے دو روپے کو دی تھی۔

اگر خدا تعالیٰ سارے ہندو، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کو احمدی بنادے تو ہماری تو خواہش ہے کہ ایک غریب سے غریب اور کنگال سے کنگال احمدی کی لڑکی بھی کسی گورنر یا وائسرائے کے بیٹے سے بیاہی جائے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر ایسا رشتہ نہ ملے تو کیا یہ بہتر ہے کہ کسی گورنر کے لڑکے کے

ملنے کی امید میں لڑکی کو بٹھا رکھو یا یہ کہ جو رشتہ ملے کر دو۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ لڑکی نہیں مانتی تو سوال یہ ہے کہ لڑکی کو اِس نہ ماننے کے مقام پر کس نے کھڑا کیا ہے؟ اگر ہم نے کیا ہے تو بیشک اس کی سزا ہمیں ملنی چاہئے۔ لیکن اگر اس کی ذمہ واری تم پر ہے تو پھر اس سزا کے مستحق تم خود ہو۔

یہ مضمون تو بہت وسیع ہے اور کئی باتیں اس کے متعلق بیان کرنے والی ہیں لیکن اتنا ہی کھڑا ہونے سے مَیں محسوس کرتا ہوں کہ پاؤں میں سے خون رِسنے لگا ہے اس لئے اسی پر خطبہ کو ختم کر کے جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ماحول کو بدلے ورنہ اس کیلئے ایک ایسی بَلا تیار ہو رہی ہے جس سے بچنا بہت ہی مشکل ہوگا۔

(الفضل ۱۳؍اپریل ۱۹۳۷ء)